پہلی قسط

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت

پروفیسر خالد شبیر احمد

علم و فضل کی جلالتِ شان کا دوسرا نام انور شاہ کاشمیریؒ کی ذاتِ گرامی ہے۔ جن کا نام زبان پہ آتے ہی دل مسحور اور دماغ مبہوت ہو جاتا ہے۔ دفعتاً خیال و دھیان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حکمتوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ وہ کتنا مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ جب کسی قوم یا جماعت پر خاص مہربان ہوتا ہے تو اُن میں انور شاہ کاشمیریؒ جیسی منفرد انوکھی اور بڑی شخصیتیں پیدا کر کے اُن کے قلوب کو منور اور دماغوں کو معطر کرنے کا وسیلہ و ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے کردار و اعمال آنے والی نسلوں کے لیے چراغِ راہ بن جاتے ہیں۔ جن کے علم و فضل سے حکمت و دانائی، فہم و فراست کی وہ کرنیں پھوٹتی ہیں جس سے ہر طرح کے ابہام و اشکال کافور ہو جاتے ہیں اور فکر و نظر کے تمام زاویے روشن ہو جاتے ہیں۔ انور شاہ کاشمیریؒ کی عظمت و بڑائی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ اُن کی تعریف و توصیف میں اُن کے متقدمین و متأخرین دونوں، ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ جن کے بارے میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۲۹ر مئی ۱۹۳۳ء کو ڈابھیل کے ایک جلسے میں ارشاد فرمایا تھا:

> ''مجھ سے اگر مصر و شام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین، ابن دقیق الصید اور سلطان العلماء حضرت شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے؟ تو میں استعارہ کر کے کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے، کیونکہ زمانے کا تقدم و تأخر ہے۔ اگر حضرت انور شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اُن کی خصوصیات کے حامل ہونے کی وجہ سے اُن کے ہی مرتبے میں ہوتے اور آپ کے تذکرے بھی مدتوں کیے جاتے۔ اسی وجہ سے میں خیال کرتا ہوں کہ گویا حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین اور سلطان العلماء کا آج ہی انتقال ہوا ہے۔''

زعیم احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا بیان ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

> ''میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل حضرت انور شاہ کاشمیری صاحب کا امتِ مسلمہ میں وجود بھی ہے۔ اگر دین اسلام میں کسی قسم کی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے۔''
>
> (مولانا سید محمد میاں، جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کے بعد علماءِ حق اور اُن کے کارنامے، دہلی، حصہ اوّل، صفحہ ۳۴۳)

حضرت انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے علمی قد و قامت سے صرف ہندوستان کے علماء ہی متاثر نہیں تھے۔ بلکہ بلادِ اسلامیہ کے اُس وقت کے جتنے بھی دینِ اسلام کے تعلیمی مراکز کے علماء تھے۔سبھی آپ کی تبحرِ علمی اور جامعیتِ علوم وفنون سے متاثر تھے۔ چنانچہ مصروشام، بیروت، حرمین شریفین اور دیگر بلادِ اسلامیہ سے جب بھی کوئی عالم دین یہاں ہندوستان آیا اور اُس نے دارالعلوم دیوبند آکر حضرت انور شاہ کاشمیریؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ایک مرتبہ مصر کے مشہور عالم وادیب علامہ سید رشید رضا (مدیر رسالہ ''المنار'') جو مفتی محمد عبدہٗ کے شاگردِ رشید تھے، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ جلسہ پر ہندوستان آئے تو دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لائے۔ ہندوستان کی اس مرکزی اور اہم ترین دینی درس گاہ کا جب آپ نے معائنہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے۔اُن کی آمد کے موقع پر دیوبند میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ نے عربی زبان میں ایک مضبوط تقریر فرمائی جس میں آپ نے دیوبند کی اجمالی تاریخ بیان فرمائی اور تدریسِ حدیث کا جو طریقہ دارالعلوم میں رائج تھا۔اُس کے بارے میں بھی بیان فرمایا اور مسلکِ حنفیہ کو ایسے مضبوط و مستحکم دلائل کے ساتھ پیش کیا کہ حضرت رشید رضا محظوظ بھی ہوئے اور حضرت انور شاہ کاشمیریؒ کی قوتِ بیان، طرزِ استدلال اور وسعتِ معلومات سے متحیر بھی۔ رشید رضا چونکہ شافعی المذہب بزرگ تھے، اس لیے انھوں نے مذہب حنفیہ کے بارے میں کچھ سوالات بھی کیے۔جن کا حضرت انور شاہ کاشمیریؒ نے کافی وشافی جواب دیا۔

مولانا رشید رضا آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھیں کہنا پڑا:

> ''اگر میں اس دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے نہایت مایوس ہو کر واپس جاتا۔اس دارالعلوم نے مجھے بتادیا ہے کہ ہندوستان میں ابھی علوم عربیہ اور تعلیمات مذہبی اعلیٰ پیمانے پر موجود ہیں۔''
>
> (جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کے بعد علماء حق اور ان کے کارنامے حصہ اول مرتبہ سید محمد میاں مطبوعہ دہلی ص ۲۳۷)

پیدائش اور ابتدائی تعلیم:

حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ ۲۷؍شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننھیال موضع دودھوال (لولاب) کشمیر میں پیدا ہوئے۔آپ اپنے علاقے کی مشہور شخصیت معظم شاہ بن عبدالکبیر کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے اسلاف بغداد کے رہنے والے تھے۔ جو نقل مکانی کر کے کسی دور میں ملتان آبسے۔ کچھ عرصہ ملتان قیام کرنے کے بعد لاہور چلے آئے۔ لاہور کے بعد آپ کے اسلاف مستقلاً کشمیر میں جا کر آباد ہو گئے۔جس کی نسبت سے آپ کاشمیری کہلاتے ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کی مصداق ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد جناب محمد معظم شاہ صاحب سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور چھے برس کی عمر میں قرآن پاک کے ساتھ ساتھ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لیے۔ ابھی آپ کی عمر تیرہ چودہ برس کی ہوگی کہ تحصیل علم کے شوق میں سرسبز وشاداب وادی

''لولاب'' کو خیر باد کہنا پڑا۔ ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۰۸ھ تک آپ نے ضلع ہزارہ صوبہ سرحد میں مختلف علماء سے علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی لیکن یہ علم کی پیاس آپ جیسے ذہین اور فطین طالب علم کو چین سے کہاں بیٹھنے دیتی تھی۔ ۱۳۰۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر سولہ، سترہ برس کی تھی آپ نے دارالعلوم دیوبند کی شہرت سنی اور تحصیل علم کے لیے دیوبند جانے کے لیے ٹھان لی۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں قیام کر کے عرصہ چار سال تک اپنے زمانے کے معروف ومشہور علمائے دین جن میں اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نوراللہ مرقدہ، حضرت مولانا الحاج خلیل احمد سہارن پوریؒ، حضرت مولانا محمد اسحٰق امرتسریؒ مہاجر مدنی، حضرت مولانا غلام رسول ہزارویؒ سے تعلیم حاصل کر کے بیس، اکیس سال کی عمر میں نمایاں عزت وشہرت کے ساتھ سندِ فراغت حاصل کر لی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ سیدھے گنگوہ تشریف لے گئے۔ جہاں مشہور عالم دین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے سندِ حدیث کے علاوہ فیوضِ باطنی بھی حاصل کیے۔ جس کے بعد آپ دہلی کے مشہور مدرسہ ''عالیہ امینیہ'' میں مدرس اوّل کی حیثیت میں ملازم ہو گئے اور تین چار سال تک یہیں ملازمت اختیار کیے رکھی۔ دہلی شہر میں آپ کا قیام بارہ تیرہ سال تک رہا۔ لیکن اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے آپ کو کشمیر واپس جانا پڑا۔ یہیں سے آپ اپنے بعض کشمیری ساتھیوں کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ دورانِ سفر حجاز طرابلس، بصرہ اور مصر وشام کے جلیل القدر علمائے کرام سے آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کے علم وفضل سے سبھی متاثر ہوئے اور آپ کی بے مثال لیاقت اور استطاعتِ علمی کو دیکھ کر اعزازی اسناد عطا فرمائیں۔ سفرِ حجاز سے واپسی پر آپ پھر کشمیر میں ہی قیام پذیر رہے۔ قصبہ ''بارہ مولا'' میں آپ نے عبدالصمد ککرو رئیس اعظم کے اصرار پر ایک دینی مدرسہ ''فیض عام'' کی بنیاد رکھی۔ تین سال تک آپ اسی مدرسہ میں پڑھاتے رہے لیکن بعد میں آپ کو دیوبند میں جلسۂ دستار بندی کے موقعہ پر بلا لیا گیا اور یہیں پر ایک مرتبہ پھر آپ مدرس مقرر ہو گئے۔

اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود حسن آپ کے سب سے سینئر استاد تھے اور آپ سے بے پناہ شفقت اور محبت رکھتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے علم وفضل کے معترف بھی تھے اور آپ کا بہت احترام کرتے۔ ان کی انتہائی خواہش پر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مہتمم دارالعلوم دیوبند کی وساطت سے گنگوہ ضلع سہارن پور کے ایک اعلیٰ معزز اور شریف خاندان میں آپ کی شادی ہو گئی۔ حضرت انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کو شیخ الہند نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین منتخب کر لیا تھا۔ ۱۳۴۰ھ تک آپ دیوبند میں ہی بحیثیت صدر مدرس وجانشین شیخ الہند درسِ حدیث دیتے رہے۔ اس کے بعد جب آپ کے منتظمین دارالعلوم سے بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلافات ہوئے تو آپ علماء کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ ''ڈابھیل'' جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے۔ جو علماء کرام آپ کے ساتھ ''ڈابھیل'' گئے ان میں مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ

کافی شہرت کے مالک ہیں۔ ۱۳۵۰ھ تک آپ نے یہیں درسِ حدیث کا سلسلہ وفریضہ جاری رکھا۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں ہی آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مجلس احرار اسلام سے دلی لگاؤ:

حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری خاص طور پر قادیانیت کی طرف متوجہ رہے اور اس ضمن میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ردِ قادیانیت کے سلسلے میں مجلس احرار اسلام کے خدمات کو بنظرِ استحسان دیکھا اور جماعتِ احرار کی حوصلہ افزائی دل کھول کر کی۔ مجلس احرار اسلام کی رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ مولانا سید محمد میاںؒ نے اپنی کتاب ''علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے'' کے صفحہ ۲۳۴ پر مجلس احرارِ اسلام کا حضرت کے دلی لگاؤ اور جماعت کی رہنمائی کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

> ''مجلس احرار اسلام کے حال پر بھی حضرت مرحوم کا گوشہ چشمِ التفات مبذول رہا اور اس کے قائدین کے حال پر بھی حضرت مرحوم نے اپنے علم وفضل اور روحانی قوت سے قیادت ورہنمائی فرمائی۔ احرار کی تحریکِ کشمیر کو حضرت مرحوم کی تمام ہمدردیاں حاصل تھیں۔ علامہ مرحومؒ کو دورِ حاضر کے مہلک ترین فتنۂ قادیانیت کے رد سے غیر معمولی شغف تھا۔ سالہا سال تک علامہ مرحوم اس فتنہ کی ہلاکت سامانیوں سے ملت مرحومہ کو محفوظ فرمانے کے لیے تحریری اور تقریری طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ تردید مرزائیت کے سلسلے میں آپ انتہائی پریشان کن علالت میں بھی مذہبی جلسوں میں شرکت کے لیے دور دراز کا سفر فرماتے تھے۔ انتہا یہ کہ انتقال سے صرف چند دن پہلے آپ نے اپنی مشہور ومعرکہ آراء تصنیف ''خاتم النبیین'' سے فارغ ہوئے تھے۔ جس میں آیت کریمہ ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. آپ نے اپنے مخصوص محدثانہ انداز میں تفسیر فرمائی۔ یہ تصنیف محض قادیانیوں کے دجل وفریب کو اظہر من الشمس کرنے کے لیے کی گئی۔ اس سے فراغت کے بعد فرمایا کہ آپ نے اپنے خدام سے ارشاد فرمایا: ''میں نے آخرت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ خاتم النبیین کے عنوان سے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ ان شاء اللہ یہ مرزائے قادیان کے دجل وفریب کو اظہر من الشمس کر دیں گی اور میرے لیے زادِ راہِ آخر ہوں گی۔'' مجلس احرار اسلام کو حضرت نے ردِ قادیانیت پر متوجہ فرمایا۔ احرار نے اس فتنے کے استیصال کے لیے قابلِ قدر سرگرمی کے ساتھ جہاد کیا اور اس کے ناپاک اثرات کو بہت حد تک ختم کر کے اسلام کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔''

ڈاکٹر علامہ اقبال کو اپنی زندگی میں اسلام سے جو شغف پیدا ہوا واقفین حال اس حقیقت سے واقف ہیں کہ یہ حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کی برکات تھیں۔ ڈاکٹر موصوفؒ نے اسلامیات میں علامہ مرحوم سے بہت کچھ استفادہ کیا اور علامہ مرحومہ کی صحبت نے ڈاکٹر کی روح کو جلا بخشی۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال دل وجان سے امام العصر حضرت انور شاہ کاشمیری کا احترام کرتے تھے اور عقیدت ومحبت کے ساتھ حضرت کی رائے کے آگے سرِ تسلیم خم کر لیتے تھے۔

جاری ہے